جب تک آپ عبادت کا حق ادا نہ کریں آپ میں یہ طاقت آ ہی نہیں سکتی کہ برائیوں سے رُک سکیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 1997ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ (العنکبوت:46)

پھر فرمایا:

یہ آیت غالباً میں پہلے بھی نماز کے تسلسل میں پڑھ چکا ہوں اور اس کے بعض مضامین آپ کے سامنے کھول کر پیش کئے تھے۔ آج بھی نماز ہی کے تسلسل میں ایک خطبہ ہوگا جس کا بنیادی نکتہ سورۃ فاتحہ ہے۔ سورۃ فاتحہ کو خدا تعالیٰ نے دو حصوں میں تقسیم فرما دیا ہے۔ پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ سے تعلق رکھنے والا حصہ ہے۔ وہ صفات جو کائنات پر جلوہ گر ہوتی ہیں اور انسان پر جلوہ گر ہوتی ہیں وہ چار بنیادی صفات بیان فرمائی گئی ہیں رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ان تمام صفات کو انسان سے باندھنے کا ذریعہ کیا ہے یعنی ان صفات پر جتنا غور کریں اتنا ہی زیادہ ان میں دلچسپی ہوتی چلی جاتی ہے اور انسان کا بہت دل چاہتا ہے کہ اس نے غور سے ان صفات کو سنا ہو یا نماز میں سنا ہو یا ویسے غور سے پڑھا ہو تو اس کے دل میں بے انتہا خواہش

پیدا ہونی چاہئے کہ میں رب سے تعلق جوڑوں، رحمٰن سے تعلق جوڑوں، رحیم سے بھی جوڑوں اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے بھی جوڑوں۔ یہ اس کی تعلق کی خواہش کوئی نیکی پر مبنی نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک ایسی خواہش ہے جو طبعی طور پر ہر انسان میں پائی جاتی ہے اور تمام دنیا میں تعلقات کے روابط انہی چار صفات سے قائم ہوتے ہیں۔

جو بھی کسی کا رازق ہو، خواہ وہ کمپنی کا مالک ہو یا حکومت کا کوئی بڑا افسر ہو وہ رزق کا ذریعہ بن جاتا ہے اور ان معنوں میں وہ رب بنتا ہے اگر چہ رب العالمین نہیں یعنی اس کے اندر یہ طاقت ہی نہیں ہوتی کہ بدلتے ہوئے اقتصادی حالات پر بھی کنٹرول کر سکے۔ اس لئے ایسے رب جو خاص محدود دائرے سے تعلق رکھنے والے رب ہوں، جب حکومتیں بدلتی ہیں، اقتصادیات میں غیر معمولی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور بحران پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ رب بے چارے اسی بحران میں ہی بہہ جایا کرتے ہیں کچھ بھی ان کا باقی نہیں رہتا لیکن جب تک ان کے ساتھ کسی کی ربوبیت وابستہ ہے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ ہمیشہ کی ضمانت دینے والے لوگ نہیں ہیں، عارضی طور پر ان کے ساتھ ربوبیت وابستہ ہے، دیکھو کیسا کیسا ان کی خوشامدیں کی جاتی ہیں کس طرح لوگ ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں، انہی کو مائی باپ بناتے ہیں، سب کچھ انسان کے وہی ہو جاتے ہیں۔ تو ربوبیت سے تعلق جوڑنا کوئی نیکی نہیں ہے یہ ایک فطرت کی مجبوری ہے اس کے بغیر کسی کا گزارہ چل ہی نہیں سکتا۔ تو رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا نام سن کر اگر آپ اس پر غور کریں گے تو یہ بات یاد رکھیں کہ رب سے تعلق جوڑنا رب پر کوئی احسان نہیں ہے، قطعاً کوئی احسان نہیں ہے۔ ربّ آپ سے تعلق جوڑ لے اور آپ کی محبت کا جواب دے تو یہ اس کا احسان ہے، آپ کا احسان نہیں۔ اس حقیقت کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کیونکہ اکثر نماز پر اعتراض کرنے والے اس حقیقت سے بے خبری کے نتیجے میں اعتراض کرتے ہیں۔

دوسرا الرَّحْمٰنِ ہے۔ کوئی شخص اپنے مزاج کے لحاظ سے بہترین رحمانیت کے نمونے دکھانے والا ہو یعنی ہر شخص سے بہت ہی محبت سے پیش آئے، اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا، خواہ وہ اس کو مانگے یا نہ مانگے، اس کی سوچ سے بھی پہلے یہ اندازہ لگائے کہ اس کو کسی چیز کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ کون پاگل ہے جو ایسے شخص سے تعلق نہیں جوڑے گا اور اس سے تعلق قائم کر کے یہ سمجھے گا

کہ گویا میں نے اس پر احسان کیا ہے۔ واقعۃً پاگل ہوگا جو یہ خیال کرے گا کیونکہ رحمٰن سے تعلق جوڑنا ایک فطری تقاضا ہے۔ ناممکن ہے کہ دل رحمٰن کی طرف لپکے نہیں اور کسی رحمٰن کی طرف دوڑتے ہوئے اس کے حضور اپنا سر نہ جھکا دے لیکن دنیا کے رحمٰن کس حد تک رحمٰن ہوتے ہیں، بالکل معمولی رحمٰن اور ان کی رحمانیت کا اعتبار بھی کوئی نہیں کیونکہ حالات بدل جائیں تو وہ بھی ساتھ ہی بدل جاتے ہیں اور رحمٰن وہ نہیں ہیں جن کا ساری کائنات سے تعلق ہے۔ کائنات کا تعلق اس رحمٰن سے ہے جو اللہ تعالیٰ ہے۔ پس اس کی رحمانیت کائنات میں ہونے والے واقعات سے منفی طور پر متاثر ہوسکتی ہے۔ رحمٰن تو ہیں ماں بھی رحمٰن ہوتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ رحمی تعلقات کے لئے رحمانیت کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ اگر ایک قومی آفت آپڑے تو اس کی رحمانیت کیا کام کرے گی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بچے آگ میں جل جائیں گے وہ کچھ نہیں کر سکے گی۔ بعض گھروں میں آگ لگ جاتی ہے بچے اندر پھنس جاتے ہیں باہر مائیں چیختی چلاتی رہ جاتی ہیں لیکن ان کی رحمانیت کا کوئی اثر بھی آگ کو پار کر کے بچوں کو بچانے کا موجب نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک بہت ہی معمولی ادنیٰ سی مثال ہے مگر رحمانیت یعنی اللہ کی رحمانیت پر آپ جتنا بھی غور کریں گے آپ کو دنیا کی رحمانیت کے نظارے بالکل ایک معمولی حقیر سے واقعات دکھائی دیں گے جن کے اندر ہمیشہ آپ کا ساتھ دینے اور آپ کو سنبھالنے اور کائنات کے اثرات سے آپ کو بچانے اور کائنات کے فوائد سے آپ کو متمتع کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

تو جب آپ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے بعد رحمٰن کا نام سنتے ہیں تو اس سے جو تعلق پیدا ہوتا ہے وہ آپ کی اپنی ضرورت ہے۔ اس کے لئے جو دل اچھلتا ہے تو ایسا ہے جیسے بچہ دودھ کے لئے بے تاب ہو کر اس کا دل ماں کے لئے اچھلتا ہے اور ماں کا دل جواباً اس کے لئے اچھلتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے ساتھ آپ جو تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں اگر آپ رحمانیت پر غور کریں تو یہ ایک ایسا بے اختیار تعلق ہے جس کے بغیر آپ کا گزارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دنیا کے رحمانوں کے ساتھ تو آپ دوڑ دوڑ کے تعلق قائم کریں جو عارضی اور حقیقت میں بے معنی ہیں لیکن رحمٰن وہ خدا جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے، جس نے قرآن کو نازل کیا ہے اس کے لئے دل میں تعلق کی خواہش پیدا نہ ہو تو یہ بیوقوفی ہے یا بے وقوفی بھی نہیں پاگل پن ہے۔ کوئی معقول آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ رحمانیت کے جلوے دیکھے اور اس کا دل اس کی طرف نہ لپکے۔

اس کے بعد الرَّحِیۡمِ ہے۔ اب رحیم پر غور کرلیں وہ ذات جو اپنے رحم کو بار بار لے کر آتی ہے کبھی بھی اس کا رحم ہمیشہ کے لئے پیٹھ نہیں دکھاتا۔ وہ ہمیشہ بار بار ایک دفعہ ظاہر ہو جانے کے بعد پھر آتا، پھر آتا ہے، پھر آتا ہے اور انسان جانتا ہے کہ اس کے لئے ایسے مواقع کا بار بار پیدا ہونا ضروری ہے جن سے وہ استفادہ کر سکے۔ اگر پہلے کبھی استفادہ نہ بھی کیا ہو تو پھر اگلے سال وہی موسم دوبارہ آجائیں گے، وہی رحمانیت کے جلوے دوبارہ نظر آئیں اور ایک انسان جس نے اپنی عمر پہلے ضائع کر دی ہو وہ کبھی تو رحمانیت کے بار بار آنے والے جلوؤں سے فائدہ اٹھا سکے، یہ رحیمیت کا مضمون ہے۔ اب بتائیں کون ہے جو تعلق جوڑے رحیمیت سے اور سمجھے کہ بڑا میں نے احسان کیا ہے اور یا تعلق ہی نہ جوڑے۔ دونوں صورتیں پاگل پن کا نشان ہیں۔ دونوں صورتوں میں نیکی کا کوئی سوال ہی نہیں، احسان کا کوئی سوال نہیں یعنی تعلق جوڑنے والے کی طرف سے جس کے ساتھ تعلق جوڑا جا رہا ہے اس پر ایک ذرہ بھی احسان نہیں، نہ یہ نیکی ہے کہ آپ اس سے تعلق باندھیں۔

پھر آپ اس کو کہتے ہیں مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ہر کوشش، ہر محنت، ہر چیز کا آخری نتیجہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اب کون پاگل ہے جو اس سے منہ موڑ لے گا۔ اب تک یہ جو گفتگو میں کر رہا ہوں اس میں ایک گہری منطقی دلیل موجود ہے کہ آپ جب رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ، رحمن، رحیم یا مالک سے تعلق جوڑنے کی خواہش پیدا کرتے ہیں تو اس میں ایک ذرہ بھی اس پر احسان نہیں، تمام تر احسان آپ پر ہے۔

اب یہ جو چار صفات ہیں ان کا بندوں سے تعلق کیسے جوڑا جاتا ہے۔ نماز میں اچانک بے اختیار آپ کہہ اٹھتے ہیں اِيَّاكَ نَعۡبُدُ اے وہ ذات جو رب ہے، جو رحمٰن ہے، جو رحیم ہے، جو مالک ہے، تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں۔ اب بتائیں وہ پاگل جو کہتے ہیں کہ عبادت کیوں کرتے ہو، کیا ضرورت ہے خدا کو تمہاری عبادت کروانے کی، کیا ان کا جواب ان باتوں میں نہیں ہے۔ کیا آپ کے عبادت کرنے کے نتیجہ میں ایک ذرہ بھی احسان ہوگا رب، رحمٰن، رحیم اور مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ پر۔ عبادت تو ان صفات کا ایک لازمی نتیجہ ہے جو آپ کو فائدہ پہنچانے کے لئے، آپ پر احسان کرنے کے لئے پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر آپ اس کی عبادت کریں۔ پس سب سے پہلے تو سارے دہریہ یا دوسرے مذاہب کے لوگ جو یہ سوال اٹھاتے رہتے ہیں کہ ہم عبادت کیوں

کریں، اللہ کو کیا ضرورت ہے ہماری چاپلوسی کی اس کے سامنے کیوں سر جھکائیں، یہ اللہ کی انانیت ہے جس کے نتیجے میں وہ چاہتا ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں۔ ان سب کا جواب اس میں آ گیا ہے۔ دنیا میں تو تم چھوٹے چھوٹے معبودوں کی عبادت کرتے پھرتے ہو، تمہارا تو شیوہ ہی عبادت ہے۔ انسان تو عبادت کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ یا وہ جھوٹے معبودوں کی جھوٹی عبادت کرے گا یا اس کے لئے یہ امکان ہے کہ ایک سچے معبود کی سچی عبادت کرے۔ کوئی ایک انسان آپ دنیا میں دکھائیں جو عبادت پر مجبور نہ ہو۔ عبادت کا ایک معنی ہے غلامی۔ کسی اعلیٰ ہستی سے نیچے ہونا اور اس کے سامنے سر جھکانا تاکہ اس سر جھکانے سے اس کو کوئی فائدہ مل جائے۔ ساری دنیا میں تلاش کریں ایک بھی آپ کو ایسا انسان نہیں ملے گا جو عبادت نہ کرتا ہو سوائے پاگلوں کے۔ پاگل بیچارے مجبور ہیں ان کو پتا ہی نہیں کہ عبادت ہوتی کیا ہے۔ نقصان اٹھاتے پھرتے ہیں پھر بھی عبادت نہیں کرتے۔ عبادت کرنے والے انسان ضرور کسی نہ کسی معبود کو اپنا رزاق سمجھتے ہیں، اپنی طاقت کا منبع سمجھتے ہیں، اپنے اموال کی حفاظت کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اپنے اوپر رحم کرنے کے لئے ان کا وجود ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ بارہا انسان رحم کا محتاج ہوتا ہے اور پھر مالک یوم الدین سمجھنا تو بہت بڑی بات ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کسی کو نہ بھی سمجھیں چھوٹا سا مالک بھی ہو تو اس کی عبادت کریں گے کیونکہ ملکیت سے آپ کو حصہ نہیں ملے گا اگر آپ اس کو مالک یقین نہیں کریں گے اور اگر مالک سے تعلق نہیں رکھیں گے تو اس کی ملکیت سے کیسے تعلق ہوگا۔ اسی کے اندر بادشاہت آ جاتی ہے، اسی کے اندر تمام دنیا کی سیاسی طاقتیں آ جاتی ہیں جن کے اندر ملوکیت کی کچھ شان پائی جاتی ہے وہ حکومتوں کی طرف سے ان ملکوں کے مالک بنائے جاتے ہیں جو خود انہوں نے پیدا نہیں کئے وہ پہلے سے ہی وجود میں آ چکے ہیں، ایک نظام جاری ہو چکا ہے لیکن عارضی سی ملکیت ان کو ملکوں پر نصیب ہوتی ہے اور وہ مالک بن بیٹھتے ہیں۔ جب وہ واقعۃً مالک بن بیٹھیں تو ان کو ڈکٹیٹر کہا جاتا ہے اور ڈکٹیٹر بھی آج آئے اور کل چلے گئے اور زندگی بھر رہیں بھی تو بالآخر انہوں نے رخصت ہونا ہے، ان کی ملکیت کا پول کھل جاتا ہے کہ وہ حقیقت میں مالک نہیں تھے۔ تو اب بتائیے کہ نماز پڑھنے کی حکمت سورہ فاتحہ ہی سے واضح ہوئی کہ نہیں ہوئی۔

سورۃ فاتحہ نے آغاز ہی سے بتا دیا کہ تم مجبور ہو عبادت پر۔ اگر نہیں کرو گے تو تمہارا نقصان ہوگا اور **رب العٰلمین**، **رحمٰن**، **رحیم**، **مالک** کی عبادت چھوڑ کر جب کسی اور کی عبادت کرو گے تو

اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اول تو تمہارے فائدے محدود ہوں گے اور دوسرے جتنا فائدہ بھی اٹھاؤ گے اس کے باقی رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اس پر کیا بے اختیار انسانی روح سے آواز اٹھتی ہے کہ نہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ۔ اے وہ ذات جو ان تمام صفات کی حامل ہے ہم اپنی خاطر، نہ کہ تیری خاطر تیری عبادت پہ مجبور ہو گئے ہیں اور اس بات پر مجبور ہو گئے ہیں کہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ لیکن یہ کام بڑا مشکل ہے۔ یہ وعدہ کرتے ہی انسان سمجھتا ہے کہ عبادت کا دعویٰ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ عبادت اپنے فائدے کے لئے کی جاتی ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں لیکن دنیا کے معبودوں کو انسان دھوکہ دے سکتا ہے کہ ہمیں تم سے تعلق ہے لیکن رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کو، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کو کیسے دھوکہ دو گے۔ وہ تو دلوں کی پاتال تک نظر رکھتا ہے۔ جب اس کے حضور یہ دعویٰ کرو گے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ تو ظاہر بات ہے کہ باقی معبودوں کی نفی اس عبادت کے اثبات میں شامل ہے۔ صرف تیری عبادت کرتے ہیں، غیروں کی نہیں کرتے۔ یہ کہنے کے بعد پھر انسان دنیا میں منتقل ہوتا ہے تو سارے جھوٹے معبود اس کے سامنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اگر انسان واقعۃً اپنے بیدار شعور کے ساتھ اپنا جائزہ لے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ نماز کے لئے نکلا اور غیروں کی عبادت شروع ہوگئی۔

اس مضمون میں آپ کو یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ غیروں سے مدد لینا غیروں کی عبادت نہیں ہے اگر وہ مدد حقیقی معبود کے منشاء کے خلاف نہ ہو۔ یہ سہولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرما دی ہے یعنی آپ کہہ سکتے ہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ صرف تیری عبادت کریں گے اور واپس جا کر اپنے مالک کو بھی یعنی رزق کے ذریعے کو جو رزق کا ذریعہ خدا نے بنا رکھا ہے کسی فرم کا مالک ہے اس کو خوش کرنے کے لئے اچھا کام کرتے ہیں دل کی سچی نیت کے ساتھ اس کے کام کو جیسا کہ اس کا حق ہے ادا کرتے ہیں تو یہ اس کی عبادت نہیں ہے لیکن اگر خدا کہے کہ یہ کام چھوڑ دو اس رزق میں تمہارے لئے میرا منشاء شامل نہیں ہے اس وقت اگر آپ اس کو کرتے چلے جائیں تو یہ اس کی عبادت ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا مضمون وہیں ختم ہو جاتا ہے۔

اسی لئے جو Asylum Seekers ہیں ان کو میں ہمیشہ کہتا رہا ہوں کہ خدا کے لئے غیر اللہ کی عبادت نہ کرو۔ کوشش کرو کہ کوئی ملک تمہیں پناہ دے دے لیکن جب جھوٹ کے ذریعے پناہ

مانگو گے تو تم نے غیر اللہ کی عبادت کی ہے اور اگر تمہیں پناہ نہیں ملتی تو رونے پیٹنے کا کیا مطلب ہے۔ کیا یہی معبود تھا جس پر تمہاری بناء تھی، کیا اللہ رزاق نہیں ہے، کیا وہ تمام زمینوں کا مالک نہیں ہے؟ جہاں بھی جاؤ گے اگر اس سے تعلق قائم ہے تو ذرہ بھی خوف نہیں ہونا چاہئے کہ ہمارا کیا بنے گا۔ اس لئے عبادت کا مضمون دنیا کی زندگی میں پڑ کران کے تعلقات میں جگہ جگہ پہچانا جاتا ہے اور ہر انسان معلوم کرسکتا ہے کہ میں کس کی عبادت کر رہا ہوں۔ کیا میرا اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا وعدہ سچا تھا یا غلط تھا۔

چونکہ یہ بہت وسیع مضمون ہے۔ ایک دفعہ میں نے تفصیل سے اس کے بعض مواقع آپ کے سامنے رکھے تھے جن مواقع میں سے گزرتے ہوئے اگر آپ آنکھیں کھولے ہوئے ہوں تو آپ کو اپنی عبادت کی حقیقت معلوم ہوسکتی تھی لیکن میں اسی مضمون کو دوبارہ دہرانا نہیں چاہتا۔ میں صرف آپ کے سامنے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا مضمون اگر آپ نے غور کیا ہو تو بڑا مشکل دکھائی دے گا اور معاً دل سے یہ آواز اٹھے گی اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔

اب دیکھیں کتنا عجیب مضمون ہے۔ ایک طرف تو ربّ، رحمٰن، رحیم، مالک کی صفات آپ کو مجبور کر رہی ہیں کہ اپنے فائدے کے لئے اس کی طرف دوڑیں اور دوسری طرف آپ اپنے فائدے کے لئے دوسروں کی طرف بھی دوڑے پھرتے ہیں اور اس کی رضا کے تقاضوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ کیوں ہوتا ہے اس لئے کہ وقتی ضرورت ہمیشہ دور کے فائدے پر غالب آجایا کرتی ہے۔ جو نزدیک کا فائدہ ہے وہ دور کے فائدے پر غالب آجایا کرتا ہے اور آپ کو خدا کا فائدہ دور کا فائدہ دکھائی دیتا ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ وقتی طور پر تو یہ مسئلہ حل ہونے دو جب ہمیں پناہ مل جائے گی پھر نیکی کرلیں گے، اللہ کو خوش کرلیں گے۔ یہ نزدیک کا فائدہ دور کے دائمی فائدے کو نظروں سے اوجھل کردیا کرتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ دور کو اپنے نزدیک کریں۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا مضمون سردست میں چھوڑتا ہوں۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دور کا فائدہ اگر نزدیک ہوجائے تو وہ فائدہ جس نے عارضی طور پر دور کے فائدے کو نظر انداز کرنے پر آپ کو مجبور کردیا تھا وہ آپ پر کوئی بھی منفی اثر نہیں ڈال سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت دور ہے اتنا دور کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور بہت قریب ہے اتنا قریب کہ آپ کی شہ رگ سے بھی آپ سے زیادہ قریب ہے۔ اگر وہ شہ رگ میں آکے بیٹھ رہے اور آپ جانتے ہوں کہ وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے تو پھر کوئی نزدیک کا فائدہ اس سے تعلق کی راہ میں

حائل نہیں ہوسکتا، ناممکن ہے۔ایک ظاہری عقلی تقاضا ہے، ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کے برعکس کچھ ہو۔

پس خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرنا اور ذکر الٰہی پر زور دینا یہ اس بظاہر دور کے خدا کو آپ کے قریب تر کرتا چلا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ساری زندگی ہر نماز میں خواہ وہ فرض ہو یا نفل ہو یا جو بھی حیثیت رکھتی ہو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے گزرے بغیر آپ کی نماز نہیں ہوسکتی اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ ایک ہی چیز کو بار بار دہراؤں۔حالانکہ نہیں جانتا کہ بار بار دہرانے کے باوجود بھی وہ نہیں سمجھ سکا۔ساری عمر رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ،الرَّحْمٰنِ ،الرَّحِيْمِ ،مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ورد کرتا رہا لیکن ایک کوڑی بھی اس کے دل پر اثر نہ پڑا اور نہ وہ اس ربّ اور رحمٰن کو اپنے قریب کر سکا۔

پس نماز وہ ہے جو صفات الٰہی پر غور کے نتیجے میں صفات الٰہی کو انسان کے اتنا قریب دکھانے لگتی ہے کہ نماز کی برکت سے آپ خدا تعالیٰ کی طرف حرکت کرنے لگتے ہیں۔یوں کہا جا سکتا ہے کہ نماز کے ذریعے اللہ آپ کے قریب آنا شروع ہو جاتا ہے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے ذریعے گویا آپ کو ایک سواری میسر آ گئی ہے اس میں بیٹھ کر آپ خدا کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور مزید غور کریں تو دونوں باتیں بیک وقت سچی ہوں گی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کے قریب ایک بالشت بھر بڑھے گا خدا اس کی طرف گزوں آئے گا۔چل کے جائے گا تو اللہ دوڑتا ہوا اس کی طرف آئے گا۔پس بیک وقت فاصلے مٹنے لگتے ہیں۔ایک انسان آگے بڑھ رہا ہے تو وہ جس کی طرف بڑھ رہا ہے وہ اس کی طرف اور آگے بڑھ رہا ہے۔یہ اس لئے لازم ہے کہ انسان اپنا سفر خدا کی طرف اپنی طاقت سے پوری طرح طے کر ہی نہیں سکتا۔جب تک وہ بعید ہستی جس کے بعید ہونے کی کوئی انتہا بھی نہیں، وہ اپنی مخلوقات سے اتنی دور ہے کہ مخلوق کا اس کی کسی صفت میں بھی حقیقۃً کوئی حصہ نہیں ہے یعنی شراکت کا کوئی حصہ نہیں۔حصہ تو ملتا ہے ورنہ مخلوق بن ہی نہیں سکتی۔ہر خالق اپنی مخلوق میں ایک حصہ ڈالتا ہے لیکن اس کی مخلوق خالقیت کی صفات میں حصہ دار نہیں ہوتی بلکہ اس کا ایک عکس سا اس پر پڑتا ہے۔وہ حرکتیں تو کرتا ہے ایسی جیسی خالق نے کی ہوں لیکن اپنے آپ کو یا اپنے جیسی چیز کو بنا نہیں سکتا تو وہ خالق کی صفات میں حصہ دار کیسے ہو گیا۔کوئی انسان، انسان کو خود نہیں بنا سکتا مگر انہی صفات سے استفادہ کرتے ہوئے جو خدا نے انسان کو آگے انسان کی شکلیں بنانے کے لئے عطا فرمائی ہوئی ہیں۔پس خالق تو وہی ہے جس نے بنیادی طور پر انسان کی تصویریں اور آگے

بڑھانے کی صفات انسان کی تخلیق میں رکھ دی ہیں۔ خالق وہی رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل جو مضمون چل رہا ہے کہ کس طرح انسانی گوشت کا ایک ذرہ لے کر اس کو خاص سائنسی انداز میں تربیت دیں، ایک حصے سے گزار کر دوسرے میں داخل کریں، ایک جانور کے رحم سے نکالیں دوسرے میں داخل کر دیں تو بالآخر کلوننگ ہو جائے گی۔ یعنی ممکن ہے کہ ایک بھیڑ بالکل اس بھیڑ کے مشابہ ہر چیز میں پیدا ہو جائے جس بھیڑ سے اس سفر کا آغاز شروع ہوا تھا جس کے جسم کا ایک ذرہ لیا گیا تھا اور عامۃ الناس میں لوگ سمجھتے ہیں کہ دیکھو انسان خالق ہو گیا، کہاں گئے دعوے کہ خدا کے سوا کوئی خالق نہیں۔ لیکن یہ جھوٹے خالق ہیں۔ یہ جب تک خالق کے پیدا کردہ ذرات کو چرائیں نہیں اور خالق ہی کی پیدا کردہ زندگی کی مشینوں سے استفادہ نہ کریں یہ کچھ کلوننگ نہیں کر سکتے۔ وہ کلوننگ کا ذرہ ہی نہیں بنا سکتے جس سے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ آپ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ شاید اگلے زمانوں میں ممکن ہو جائے تو ایسے لوگوں کو میں بتاتا ہوں کہ وہ زندگی کا ابتدائی ذرہ اتنی ناممکن چیز ہے کہ اس کو بنانا تو درکنار آج تک سائنس دان اس کو سمجھنے میں ہی ناکام رہے۔ ہر کوشش کے بعد بالآخر یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ اگر یہ ذرہ یعنی جو پہلی زندگی کی اینٹ بنی ہے اتفاقات کی پیداوار ہو تو ان اتفاقات کے لئے ایک لامتناہی زمانہ چاہئے، اتنا لمبا زمانہ کہ عام انسان جو حساب نہ جانتا ہو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اتنا لمبا زمانہ کہ ہماری ساری کائنات کا ایک ارب سال کا جو زندگی کا سفر ہے وہ اس کے مقابل پر ایسا ہی ہوگا جیسے کروڑوں میل کے مقابل پر کہیں ایک نقطہ ڈال دیا جائے۔ اس نقطے کو کروڑوں میل سے جو نسبت ہے اتنا فاصلہ چاہئے زمانی لحاظ سے کہ اتفاقات کے نتیجے میں شاید یہ ذرہ پیدا ہو جائے۔ اس کی باریکیاں لاانتہاء ہیں اور انسان ان کو سمجھنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ پس وہ ذرہ سمجھ ہی نہیں سکتا اس نے بنانا کیا ہے۔ وہ ذرے چراتا ہے، اللہ کی تخلیق سے ان ذروں کو چراتا ہے اور اللہ ہی کی تخلیق کے دوسرے مظاہر میں ان کو داخل کر کے ان سے استفادہ کرتا ہے تو خالق تو نہیں ہے مگر خالق کا نقش اس پر موجود ہے۔ یہ میں آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ خالق کا نقش نہ ہو تو تصویر بن ہی نہیں سکتی۔ ہر تصویر کا ایک خالق ہے جس پر اس تصویر بنانے والے کے دماغ، اس کے خیالات، اس کے مقاصد جو اپنی زندگی میں رکھتا ہے ان کا نقش ہو سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے زندگی کی ایسی تصویریں بنا دی ہیں جن میں وہ منعکس تو ہے مگر اس جیسا نہیں ہو سکتا، ناممکن ہے۔ پس ایسے خدا کی طرف جب ہم

عبادت کے لئے آگے قدم بڑھائیں گے تو اس تک پہنچ ہی نہیں سکتے لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ آنکھوں میں طاقت ہی نہیں ہے کہ اس کو پاسکیں۔ ہاں ایک صورت ہے وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وہ نگاہوں تک، بصارت تک پہنچتا ہے۔

اس کی تفاصیل بھی میں غالباً پہلے بیان کر چکا ہوں کہ کیسے یہ واقعہ ہوتا ہے۔ لیکن یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اس لئے ضروری ہے اور اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا جواب یہ ہے کہ خدا چلتے ہوئے کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ اگر یہ فاصلے دونوں طرف سے کم نہ ہوں تو ہمیشہ ناممکن فاصلے بنے رہیں گے۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ جب بندے پر جلوہ گر ہوتا ہے تو وہ اس پہ ایک نزول ہے گویا عرش پر اس نے نزول کیا ہے اور دل عرش بن جاتا ہے جس پر وہ نازل ہوتا ہے۔ اس لئے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے بعد اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کو بھلانا حد سے زیادہ بے وقوفی ہے۔

پس جب آپ عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ ساری باتیں عبادت کی جو میں آپ کو سمجھا تا رہا ہوں کہ غیر اللہ کی طرف نہ جائیں، شرک کو چھوڑ دیں، جھوٹ کو ختم کر دیں، ہر قسم کی برائیوں سے نماز روکتی ہے، یہ روکے گی تب جب اس میں طاقت آئے گی روکنے کی اور جب تک آپ عبادت کا حق ادا نہ کریں آپ میں یہ طاقت آ ہی نہیں سکتی۔ پہلے نماز طاقت ور ہوگی پھر آپ طاقتور ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ کا مضمون بہت گہرائی کے ساتھ بار بار بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں نمازوں کو قائم کرو، ان میں جان ڈالو، نمازیں قائم ہوں گی تو تمہیں قائم کریں گی۔ اگر نمازیں قائم نہ ہوں تو تمہیں بھی کچھ فائدہ نہ دیں گی۔ اس لئے عبادت جو زندگی کا مرکزی نقطہ ہے جو محض آپ پر احسان ہے آپ کی تمام ضرورتیں پوری کرنے والا ایک ذریعہ ہے اس سے غافل رہیں اور غیر اللہ کی طرف بھاگتے رہیں تو سراسر نقصان کا سودا ہے۔ آپ کی ساری زندگی بے کار چلی جائے گی اور آپ کو اپنی پیدائش کا مقصد ہی سمجھ نہیں آئے گا۔ میں نے آپ سے گزارش کی تھی کہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے رکھوں گا۔ اس تمہید میں کچھ وقت گزر گیا کیونکہ اس کے بغیر ان اقتباسات کی بھی آپ کو سمجھ نہیں آنی تھی یعنی آپ میں سے اکثر کو وہ سمجھ نہیں آسکتی تھیں۔ جو میں نے باتیں اب بیان کی ہیں یہ پس منظر ہے جن کی روشنی میں آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے

اقتباسات پر غور کریں تو آپ کی آنکھیں کھلنی شروع ہو جائیں گی۔ بہت سے اقتباسات میں سے چند جو میں نے چنے ہیں بعض آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں۔ فرمایا:

''نماز خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہنچنا ہے تو اس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اتنا ہی زیادہ تیزی، کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا''۔ (یہ وہی باتیں ہیں جو میں آپ کو پہلے سمجھا چکا ہوں۔) ''سو خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اس کا بُعد اور دُوری بھی لمبی''۔ (بہت دور کی منزل ہے ایسی منزل جو گویا آپ کے تصور کی رفتار سے بھی زیادہ تیز آپ سے دور ہٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔) ''پس جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اور اس کے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے اس کے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے۔ جس نے نماز ترک کر دی وہ کیا پہنچے گا''۔

اب آپ دیکھ لیں کہ وہی گاڑی والا مضمون گویا نماز میں بیٹھ کر سفر کر رہے ہیں۔ پہلے خود نماز کو گاڑی تو بنائیں جب وہ نماز گاڑی بنے گی تو پھر آپ کو لے کے آگے چلے گی اور یہ جو گاڑی بنانے والا مضمون ہے یہ پہلے کئی صورتوں میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں۔ آپ نماز کو قائم کریں، نماز آپ کو قائم کرے گی۔

ایک انسان نے لمبا سفر کرنا ہو تو پہلے محنت کر کے کشتی تو بناتا ہے۔ خشکی کا سفر کرنا ہو تو کوئی نہ کوئی گاڑی خواہ وہ زمینی گاڑی ہو یا ہوائی جہاز ہو اسے لازماً بنانی پڑیں گی۔ یہ نماز کا قیام ہے۔ نماز کو ایسا قائم کریں کہ وہ آپ کو لے کر اس سفر پر روانہ ہو جائے جو خدا کی طرف آپ کو پہنچائے گا لیکن محض آپ کا روانہ ہونا کافی نہیں، خدا کا آپ کی طرف روانہ ہونا بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اصل میں مسلمانوں نے جب سے نماز کو ترک کیا یا اسے دل کی تسکین، آرام اور محبت سے اس کی حقیقت سے غافل ہو کر، پڑھنا ترک کیا ہے تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرض زوال میں آئی ہے۔ وہ زمانہ جس میں

نمازیں سنوار کر پڑھی جاتی تھیں غور سے دیکھ لو کہ اسلام کے واسطے کیسا تھا۔ایک دفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا۔(یعنی یوں لگتا ہے کہ ساری دنیا اسلام کے قدموں کے نیچے آ گئی ہے۔)''جب سے اسے ترک کیا'' (یعنی نماز کو جو دراصل ساری دنیا کے سفر میں ایک گاڑی کی طرح کام دے رہی تھی)''وہ خود متروک ہو گئے ہیں'' (جب نماز کو ترک کیا یعنی دل لگا کر نماز پڑھنے کو ترک کیا تو نماز نے ان کو چھوڑ دیا۔)''درد دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے''۔

یہاں پہنچ کر خوشی اور غمی کا ایک دائمی مسئلہ بھی سمجھ آنے لگتا ہے۔اگر کسی انسان کے دل پر غم اور سوز و گداز کی کیفیت طاری نہ ہو تو نہ وہ دنیا کے معشوق کو پا سکتا ہے نہ عقبیٰ کے معشوق کو یعنی اللہ کو۔ عشق کے ساتھ ایک سوز لازم ہے اور ایسا انسان جس کے دل میں کبھی عشق جاگا ہی نہ ہو وہ عمر بھر نام لیتا رہے گا اللہ کے لیکن وہ اللہ کے نام اس کے دل میں کوئی تموج پیدا نہیں کریں گے، کوئی حرکت پیدا نہیں کریں گے۔پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت باریکی کے ساتھ آپ کو بتاتے ہیں کہ کون سے مواقع آپ کو میسر آئیں گے، ان مواقع سے فائدہ اٹھا لیں۔شیکسپیئر نے کہا ہے کہ بعض دفعہ سمندر میں بعض لہریں ایسی آتی ہیں کہ وہ کشتیوں کو اپنی منزل تک پہنچا دیتی ہیں۔جب ان لہروں سے فائدہ نہ اٹھاؤ تو پھر کبھی بھی وہ کشتی منزل تک نہیں پہنچ سکتی۔

پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درحقیقت رحیمیت کا ایک جلوہ آپ کو دکھایا ہے جس کے ذریعے آپ نماز پڑھنے کا سلیقہ سیکھ سکتے ہیں۔اگر دل کی غفلت کی حالت میں نمازیں پڑھتے رہیں گے، عمر بھر بھی پڑھتے رہیں کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا لیکن کبھی کسی بچھڑے ہوئے کا غم ہو، کسی بچھڑنے والے کا غم ہو، مرتے ہوئے مریض کا دکھ آپ کو بے چین کر رہا ہو اور زندگی کے اعلیٰ مقاصد ہیں جو آپ کے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہوں آپ ان کے لئے بے چین ہوں تو وہ وقت ہے کہ جب نماز کے اندر ایک تلاطم پیدا ہو جاتا ہے، ایک بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔اس وقت کشتی میں بیٹھ کر کی جانے والی دعائیں بھی نماز بن جایا کرتی ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محض خشک منطق کے ذریعے ہمیں کچھ نہیں

سمجھایا ایک عارف باللہ جس طرح مضمون کی گہرائی میں اتر کر باتیں کرتا ہے اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں سمجھاتے ہیں کہ نماز شروع کرنی ہو تو کرب کی حالت سے فائدہ اٹھاؤ۔ اپنی بے چینیوں سے نماز کو حاصل کرو کہ وہ مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے۔ اس لئے فائدہ اٹھاؤ کہ نماز تمہیں واقعۃً نکالے گی ان مشکلات سے اور جب نکالے گی تو نماز کا ایک فائدہ آپ کے تجربے میں سے گزر جائے گا اور پھر بے وقوف ہی ہوگا جو کشتی سے اتر کر پھر شرک میں مبتلا ہو جائے جبکہ خدا نے اسے کشتی کی دعائیں سن کر بچالیا ہو۔ تو نماز گویا ایک کشتی کی طرح بن جاتی ہے جو سخت کرب اور بے چینی کی حالت سے اٹھنے والی گریہ وزاری کے نتیجے میں آپ کو طوفانوں اور ہلاکت سے بچالیتی ہے لیکن پھر اس ذات کو نہ بھولیں، خواہ خشکی پر چلیں، جس ذات نے آپ کو سمندر کی گہرائیوں سے نجات بخشی تھی۔ یہ وہ تصور ہے، یہ شکر ہے نماز کا جو آپ کو پھر نماز سے وابستہ کر دے گا اور آئندہ آپ کے لئے نمازیں پڑھنا آسان بھی ہو جائے گا اور دلچسپ بھی ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ اکثر کسی مشکل کے وقت دعا کی جاتی ہے، ابھی نماز میں ہی ہوتے ہیں کہ خدا نے اس امر کو حل اور آسان کر دیا ہوتا ہے“۔

اب یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا تجربہ بیان فرما رہے ہیں۔ اگر آپ کو بھی یہ تجربہ حاصل ہو جائے اور آپ کے دکھ آپ کی نماز کے ذریعے آپ کے مسائل ہی حل نہ کریں بلکہ اس ذات سے تعلق قائم کر دیں جو مسائل حل کرتی ہے تو نمازیں کتنا بڑا منفعت کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ آپ کو محض اپنی حاجات کے لئے نماز کی ضرورت پیش نہیں آتی، سب دنیا کی حاجات کے لئے آپ کو نماز کی ضرورت پیش آتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی نمازیں جو اتنا طول پکڑ لیا کرتی تھیں ہرگز اس لئے نہیں کہ آپ کو اپنی نفسی ضرورتوں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف جھکنا پڑتا تھا، جھکتے رہے، اس ذات کو پا بھی لیا مگر تمام کائنات کی ضرورتوں کے لئے جو آپ کے زمانے میں پیش آسکتی تھیں یا قیامت تک پیش آتی رہیں گی ان سب کے لئے آپ نمازوں میں خدا کی طرف جھکتے رہے۔

اس کا یہ نمونہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں کسی مشکل کے وقت دعا کی جاتی ہے ابھی نماز میں ہی ہوتے ہیں کو خدا نے اس امر کو حل اور آسان کر دیا ہوتا ہے اور یہ

تجربہ ہر مخلص احمدی کو بارہا ہوا ہوگا۔ یہ میں مان ہی نہیں سکتا کہ سچا احمدی ہو یا کم سے کم کسی حد تک مخلص ہو اور خدا نے اس کو اپنے قرب کے نشان نہ دکھائے ہوں۔ ہر کس و ناکس کو اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے نشان دکھاتا ہے تا کہ کچھ چکھے اور اس کی لذت پا کر پھر کچھ آگے بڑھنا شروع کرے اور اس راہ سلوک کے سفر اس کے لئے آسان ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''نماز میں کیا ہوتا ہے یہی کہ عرض کرتا ہے، التجا کے ہاتھ بڑھاتا ہے''۔

جب انسان التجا کا ہاتھ بڑھاتا ہے تو مراد یہ ہے کہ جیسے ڈوبتا ہوا اپنا ہاتھ باہر نکال دیتا ہے تا کہ کوئی تو دیکھے کوئی تو اس کے دکھ کا مداوا کرے۔ فرماتے ہیں:

''التجا کے ہاتھ بڑھا دیتا ہے اور دوسرا اس کی غرض کو اچھی طرح سنتا ہے۔ پھر ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے جو سنتا تھا وہ بولتا ہے اور گزارش کرنے والے کو جواب دیتا ہے''۔

یہ نماز کی بیقراریوں کا آخری نتیجہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو ایک دور کی ہستی تھی ایک غائب ہستی تھی وہ نماز کے ذریعے آپ کے قریب آنے لگتی ہے۔ اتنا قریب آجاتی ہے کہ پھر آپ اس کی آوازیں سننے لگتے ہیں۔ وہ سمیع ہے، علیم ہے۔ سنتا ہے اور جانتا ہے کہ آپ مشکل میں ہیں اور ان مشکلوں کو دور کر بھی دیتا ہے جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے لیکن صرف مشکلیں دور کرنا مقصد نہیں ہے۔ مشکلیں دور کرنا ایک ذریعہ ہے اس کی پہچان کا اور نماز وہ ذریعہ بنتی ہے۔ فرماتے ہیں ''اس کی غرض کو اچھی طرح سنتا ہے اور پھر ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جو سنتا تھا وہ بولتا ہے اور گزارش کرنے والے کو جواب دیتا ہے''۔

''نمازی کا یہی حال ہے خدا کے آگے سربسجود رہتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اپنے مصائب اور حوائج سناتا ہے پھر آخر سچی اور حقیقی نماز کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک وقت جلد آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے جواب کے واسطے بولتا اور اس کو جواب سے تسلی دیتا ہے''۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کا ایک ایک لفظ عین موقع پر چنا ہوا ہے اور وہ انسان جو نہیں سمجھتا وہ سمجھے گا یہ زائد لفظ ہے کیسے اس مضمون پہ اطلاق پا رہا ہے سمجھ ہی نہیں آسکتی۔ اب غور کریں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ساری عمر کا رونا پیٹنا، اس کی

دعائیں کرنا کتنا وقت چاہتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ فرما دیا ایک وقت جلد آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے جواب کے واسطے بولتا ہے۔ عمر بھر کی نمازیں ہوں اور وقت جلد آجاتا ہے ان دو باتوں کا کیا تعلق ہوا۔ اصل میں عمر بھر کی وہ دعائیں جو بلانے کے لئے ہوتی ہیں ان میں اضطرار کی کمی کی وجہ سے وہ نمازیں گویا ایسی ہو جاتی ہیں کہ نہ خدا ان کو دیکھ رہا ہے نہ ان کو سن رہا ہے لیکن جب ان نمازوں میں اضطرار پیدا ہو جائے جس کا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے تو خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ (البقرة: 187) جب واقعةً اس کے دل میں ہماری تلاش پیدا ہوتی ہے تو وہ لمحہ ایسا ہے کہ میں قریب ہوں۔ یہ بھی نہیں فرمایا کہ تو ان کو جواب دے کہ میں قریب ہوں۔ براہ راست سائل کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے ایسا کہ اس کی تیزی بیچ میں کسی وسیلے کو رہنے نہیں دیتی۔ پس یہ موقع ہے جو ”جلد آجاتا ہے“ کا موقع ہے۔

اب بتائیں جو شخص عارف باللہ نہ ہو جس نے ان تمام مضامین کو بہت گہرائی اور باریکیوں سے سمجھا نہ ہو اور اپنے دل پہ طاری نہ کیا ہو وہ یہ لکھ ہی نہیں سکتا۔ ہر پڑھنے والا سمجھے گا کہ شاید کاتب کی غلطی سے ’جلد‘ لکھا گیا ہے یا نہ بھی سمجھے تو بغیر سمجھے آگے گزر جائے گا۔ تو ’جلد‘ کا مضمون ہمیں بتا رہا ہے کہ ہماری دعا میں جو اضطرار خدا کے قریب کرتا ہے وہ دراصل جب تک اپنے معراج کو نہ پہنچے جیسا کہ ڈوبتے ہوئے کی مثال دی گئی ہے اور جب تک یہ نہ ہو کہ گویا وہ شخص اب غرق ہوا کہ ہوا اس وقت تک نماز کا معراج انسان کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ تیزی کے ساتھ اس طرح آپ کی طرف نہیں بڑھتا جیسے اب اگر اس نے آپ کو نہ سنبھالا تو آپ گئے۔ یہ وہ روحانی وجود کی ہمیشہ کی زندگی کا راز ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہمیں سنایا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ”ایک وقت جلد آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے جواب کے واسطے بولتا اور اس کو جواب دے کر تسلی دیتا ہے بھلا یہ بجز حقیقی نماز کے ممکن ہے“۔ حقیقی نماز کے بغیر کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں اور پھر جن کا خدا ہی ایسا نہیں وہ بھی گئے گزرے ہیں ان کا کیا دین اور کیا ایمان ہے وہ کس امید پر اپنے اوقات ضائع کرتے ہیں۔ (ملفوظات جلد سوم: 189، 190)

یہ اسلام کا خدا ہے، یہ اسلام کی نمازیں ہیں، یہ اسلام کی نمازوں کے دائمی پیغامات ہیں جو اگر کسی انسان کے ذہن پر اپنی جگہ بنائیں، اس کا ذہن شعوری طور پر ان پیغامات کو قبول کرے اور خود اپنی سطح پر ان کے لئے جگہ بنائے اور نقش کا وہ حسن پیدا ہو جو ایک اعلیٰ درجے کا نقاش پیدا کرتا ہے تو پھر وہ ذہن اس حسن کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ وہ نقوش دائمی اس کا حصہ بن جائیں گے پھر نماز سے آپ کی علیحدگی ممکن ہی نہیں رہتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اور اقتباسات ہیں جو میں پھر انشاء اللہ آئندہ آپ کے سامنے پیش کروں گا لیکن اس وقت ایک اور پیش کرنے کا کچھ وقت ہے۔ کسی نے سوال کیا بہترین وظیفہ کیا ہے؟ جواب:

''نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے، استغفار ہے اور درود شریف، تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے''

اوراد کا لفظ غالباً عام اردو دانوں کے لئے سمجھنا مشکل ہوگا۔ ورد کرنا جس کو کہتے ہیں نا۔ ذکر کا ورد کرنا۔ اس کی جمع اوراد ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر قسم کے غم و ہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اسی لئے فرمایا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:29) سنو! خبردار! یہ ذکر الٰہی ہے جس کی وجہ سے دل اطمینان پاتے ہیں۔''

مگر مثال اس ذکر کرنے والے کی دی ہے جس کا دل واقعۃً اطمینان پاتا تھا لیکن اگر آپ ان وجوہات کو نہ سمجھیں اس دل کی کیفیات پر غور نہ کریں جو نماز کے لئے کھڑا ہوتا اور اطمینان پا جاتا تھا تو آپ اس حقیقت کو سمجھ نہیں سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پیغام آپ کے سر کے اوپر سے گزر جائے گا۔ آپ کو سمجھ ہی نہیں آئے گی کہ کیسے ذکر سے دل مطمئن ہوتا ہے۔

''اطمینان و سکینت قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ لوگوں نے قسم قسم کے ورد اور وظیفے اپنی طرف سے بنا کر لوگوں کو گمراہی

میں ڈال رکھا ہے‘‘۔

یہ امر واقعہ ہے کہ جتنے بھی صوفی اور ملاں لوگ وظیفے بنا بنا کر لوگوں کو سمجھاتے ہیں یہ سب گمراہی کی باتیں ہیں۔ نماز سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے۔ سیدھا سادہ جواب ہر مشکل کا یہ ہے کہ نماز پڑھو۔ قرآن کریم آغاز سے آخر تک نماز کے ذکر سے بھرا پڑا ہے اور جہاں لفظ نماز نہیں بھی آتا وہاں بھی غور کرو تو نماز کا مضمون بیان ہو رہا ہے لیکن اسی سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اور ایک نئی شریعت آنحضرت ﷺ کی شریعت کے مقابلہ میں بنا دی ہوئی ہے‘‘۔

جتنا پیر، فقیر وظیفے، دم درود آپ کو سکھاتے ہیں، فلاں چیز لکھ لو، فلاں وظیفہ بار بار پڑھو اور تمہاری مشکل حل ہو جائے گی فرمایا یہ مشرک لوگ ہیں جنہوں نے گویا آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کے مقابل پر ایک اور شریعت بنا رکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

’’مجھ پر تو الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر میں دیکھتا ہوں اور حیرت سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے خود شریعت بنائی ہے اور نبی بنے ہوئے ہیں‘‘۔

اب کیا دونوں ایک ہو گئے۔ فرمایا مجھ پر تو الزام ہے کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے اور خود شریعت بنائی ہوئی ہے۔ اس کے اندر ہی جواب مضمر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو باتیں بیان کر رہے ہیں وہ تو ساری شریعت محمدیہ کی باتیں ہیں ایک بات بھی اپنی طرف سے زائد نہیں کر رہے۔ تو وہ نبی جو کلیۃً محمد رسول اللہ ﷺ کا غلام ہو اور آپ ہی کی شریعت کی باتیں کرے اس پر اعتراض کرتے ہیں اور خود عملاً وہ نبی بنے بیٹھے ہیں جنہوں نے نئی شریعتیں ایجاد کر دی ہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں بیان فرماتے ہیں:

’’اور نبی بنے ہوئے ہیں اور دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں ان وظائف اور اوراد میں دنیا کو ایسا ڈالا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں‘‘۔ (الحکم 31 / مئی 1903ء صفحہ: 9)

اب چونکہ وقت ہو گیا ہے۔ باقی انشاء اللہ پھر آئندہ اسی مضمون پہ کچھ اور کہیں گے۔